Open Access
Al Khadim Research Journal
Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235
ISSN (PRINT): 2710-0227

ARJICC, Vol: 2, Issue: 2,
July to September 2021
DOI: 10.53575/arjicc.u1-v2.2(21)1-18
http://arjicc.com/index.php/arjicc

دعوت نبویؐ اور مخالفت یہود (اسباب و وجوہات پر ایک طائرانہ نظر)

The Prophet's Da'wah to Jews & their Opposition
(A research-based study on its causes and reasons)

Muhammad Riaz*
Dr. Muhammad Atif Aslam Rao**

Abstract
Before the migration of the Holy Prophet ﷺ, Madinah was inhabited by Jews. They possessed some of the most fertile lands in Madinah and carried on several crafts, especially as goldsmiths. The Jews acted as moneylenders to the Arabs. They had many strongholds in and around Madinah. Thus, the Jews had a firm position in Madinah. The Holy Prophet ﷺ, irrespective of Jewish attitude, tried his level best to maintain a friendly relationship with the Jews. They were granted political, social and religious freedom. However, the Jews became increasingly hostile to the Muslims despite these rights and concessions as they wanted to dominate Arabia politically and religiously. Thus, they expressed their bitterness and hostility in many ways, which worsened their relations with the Muslims. This research is aimed at highlighting the history, socio-political status and conspiracies of Jews. The researcher presented detailed accounts on the opponent and rigid behaviour of Jews along with their character. The distinct element of the article is the references and a discourse on the Jewish tribes who opposed Islam openly. The researcher also worked out the causes why a call to Islam for Jews was indispensable. Likewise, he also mentioned the reasons and the causes of opposition from the then Jews. Jews, out of jealousy did not accept Islam. However, they kept demanding multiple things as previous. The article also mentions them. This piece of research is highly recommended for the young generation who are unaware of the history and attitude of the Jews that continued since the times of the Prophets.

Keywords: Jews, Madinah, Moneylenders, Arabia, Socio-Political

تمہید:

حضور نبی اکرم ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں دعوت اسلام کا آغاز فرمایا تو کفار قریش نے بھرپور مزاحمت کی اور اسلام قبول کرنے والوں کی زندگی اجیرن بنادی۔ کفار کی جانب سے تشدد کا سلسلہ مزید بڑھنے لگا تو حضور ﷺ نے اجازت خداوندی سے مسلمانوں کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔ ہجرت مدینہ کے بعد حضور ﷺ کا واسطہ براہ راست یہودیوں سے پڑا جو کہ نبی موعود کی آمد کے منتظر تھے۔ جب حضور ﷺ نے انہیں بتایا کہ وہ نبی موعود میں ہی ہوں جس کا ذکر تمہاری مقدس کتاب میں ہے تو یہودیوں نے اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ وہ نبی موعود ہم سے ہوگا۔ حضور ﷺ نے بارہا یہودیوں کو ان کے عہد و پیماں اور وعدوں کی یاد دہانی کرائی جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں، مگر یہودی اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور عہد و پیماں کی پاسداری کے بجائے عہد شکنی کرتے رہے۔

زیر نظر مضمون دعوت نبوی اور مخالفت یہود کے عنوان پر ہے جس میں یہودیوں کے کردار اور اسباب مخالفت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

*Ph.D Scholar, Department of Islamic Learning, University of Karachi.
**Assistant Professor, Department of Islamic Learning, University of Karachi.

ہجرت مدینہ کے وقت یہود کی مذہبی حالت:

یہودیت تحریف اور تغیر و تبدل کا شکار ہو کر مسخ ہو چکی تھی۔ دین کی حقیقی روح نکل چکی تھی۔ ان کے علماء سمیت، قوم کے سردار اور ان کے عوام بھی اخلاقی، اعتقادی اور عملی انحطاط کا شکار تھے۔ ستم ظریفی یہ کہ وہ اپنے بگاڑ پر اصلاح قبول کرنے کو بھی تیار نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے بھی انہیں سنبھلنے کا موقع دیا مگر وہ اپنی سرشت پر قائم رہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھی جانی دشمن بن گئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضور ﷺ کے ذریعے بھی یہودیوں کو اپنی اعتقادی اصلاح کا موقع دیا مگر ان کی ہٹ دھرمی قائم رہی۔ حالانکہ یہودی نبی موعود کی آمد کے منتظر تھے اور لوگوں کو نبی موعود کی صفات بتایا کرتے تھے، مگر جب بعثت نبوی ہوئی تو انہوں نے نسلی عصبیت کی بناء پر انہیں ماننے سے انکار کر دیا۔ ابن اسحٰق سے منقول ہے:

"مجھ سے عاصم بن عمرو بن قتادہ نے اپنی قوم کے چند لوگوں کے متعلق بتایا، انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی ہدایت کے ساتھ ساتھ جس نے ہمیں اسلام کی جانب متوجہ کیا، وہ باتیں تھیں جو ہم یہودیوں سے سنا کرتے تھے۔ ہم مشرک اور بت پرست تھے اور وہ اہل کتاب تھے۔ ان کے پاس ایک قسم کا علم تھا جو ہمارے پاس نہیں تھا۔ ان کے اور ہمارے درمیان اکثر لڑائیاں ہوا کرتی تھیں۔ جب ہم ان سے کوئی چیز لے لیتے (یعنی جس وقت وہ ہم سے ہار جاتے) تو کہتے کہ ایک نبی کا زمانہ قریب آگیا ہے، اب وہ مبعوث ہوں گے اور ہم ان کے ساتھ مل کر تمہیں اس طرح قتل کریں گے جس طرح قوم عاد اور ارم کو قتل کیا گیا تھا۔ یہ بات ہم ان یہودیوں سے اکثر سنا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ علیہ السلام نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی جانب دعوت دی تو ہم نے اس کو قبول کیا اور ہم نے اس چیز کو جان لیا جس سے وہ ہمیں ڈرایا کرتے تھے۔ سو دین اسلام پر ایمان لانے میں ہم نے سبقت کی اور مسلمان ہو گئے اور یہودیوں نے کفر کا ارتکاب کیا"۔[1]

الغرض بگڑے ہوئے اعتقادات، نفس پرستی اور شرعی احکام میں تحریف کی وجہ سے یہودی بھی دعوت اسلام کے اتنے ہی مستحق تھے جتنے مشرکین مکہ اور دیگر بت پرست۔

یہودیوں کو دعوت اسلام:

جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو اصل دین کی طرف دعوت دینے کا حکم ارشاد فرمایا۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ کی چند آیات اسی دعوت پر مشتمل ہیں۔ ان آیات میں یہود سے براہ راست خطاب کیا گیا اور انہیں اللہ، رسول، کتاب، روز آخرت کے متعلق اپنے عقائد درست کرنے کا حکم دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "اے بنو اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی تھی، اور تم میرا عہد پورا کرو، میں تمہارا عہد پورا کروں گا، اور تم مجھ

ہی سے ڈرو"۔[2]

اس آیت میں یہودیوں کو اپنا عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا۔ یعنی تورات میں اللہ تعالیٰ نے جو عہد لیا تھا، اسے پورا کرنا چاہیے۔ اور وہ عہد یہ تھا کہ یہودی اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کریں گے، اللہ تعالیٰ کے احکام میں ایک حکم یہ بھی تھا کہ وہ حضرت محمد ﷺ پر ایمان لائیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان سے کیا ہوا عہد پورا کرے گا یعنی ان کو جنت میں داخل کرے گا۔

قرآن اور رسول پر ایمان لانے کی دعوت:

ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: "اور اس (قرآن) پر ایمان لاؤ جس کو میں نے نازل کیا ہے جو اس (کتاب) کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے، اور تم سب سے پہلے اس کے منکر نہ بنو، اور تھوڑی قیمت کے بدلے میری آیتوں کو فروخت نہ کرو اور مجھ ہی سے ڈرو"۔[3]

اس آیت میں اللہ کے آخری رسول اور قرآن کریم پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔ یہاں مفسرین نے اگرچہ [أنزلت] سے مراد صرف قرآن لیا ہے مگر یہ بات مسلمہ ہے کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے اور کتاب نبی کے بغیر نہیں اتر سکتی۔ لہٰذا یہاں قرآن کے ساتھ نبی پر ایمان لانا بھی شامل ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو محض دنیاوی اور ذاتی مفادات کی خاطر قرآن مجید کا انکار کرنے سے بھی روکا ہے۔

حق کو باطل کے ساتھ نہ ملانے اور حق کو نہ چھپانے کا حکم:

"ولا تلبسوا الحق بالباطل وتكتموا الحق وأنتم تعلمون"[4]

ترجمہ: "اور نہ تو حق کو باطل کے ساتھ ملاؤ اور نہ ہی جان بوجھ کر حق کو چھپاؤ"۔

تورات کے صفحات نبی اکرم ﷺ کے کمالات وصفات اور علامات کے ذکر سے مزین تھے۔ علماء بنی اسرائیل اس کو چھپانے کی کوشش میں لگے رہتے تاکہ لوگ ان پر مطلع ہو کر حضور ﷺ پر ایمان نہ لے آئیں۔ اس آیت میں یہودی علماء کو حق چھپانے سے منع کیا گیا ہے۔

نماز اور زکوٰۃ کا حکم

"وأقيموا الصلاة وآتوا الزكاة واركعوا مع الراكعين"[5]

ترجمہ: "اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو"۔

اس میں نماز ادا کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ یعنی یہودیوں کو عبادت کی طرف بلایا گیا کہ مذموم مقاصد کو چھوڑ دو اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر اجتماعی عبادت اور فرائض ادا کرو۔ یہودی تنہا نماز ادا کرتے تھے، لہٰذا انہیں حکم دیا گیا کہ تنہا نماز کے بجائے مسلمانوں سے ساتھ مل کر نماز ادا کرو۔ اسی طرح یہودیوں نے اپنی نماز میں رکوع کرنا چھوڑ دیا، اس لیے بالخصوص رکوع کرنے کا حکم دیا گیا۔ نیز اس آیت میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا حکم بھی دیا گیا کیونکہ یہودیوں نے مذہبی اجارہ داری قائم کی ہوئی تھی، وہ لوگوں سے پیسے بٹور کر ان کے گناہ معاف کرنے کا سرٹیفکیٹ دیا کرتے تھے۔ اس آیت میں اسی جانب اشارہ ہے کہ لوگوں سے مال بٹورنے کے بجائے مسلمانوں کی طرح اپنے مال میں سے زکوٰۃ ادا کرو۔

آخرت پر ایمان لانے اور روز قیامت سے ڈرنے کا حکم:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "اور اس دن سے ڈرو جب کوئی بھی کسی شخص کے کام نہیں آئے گا، اور نہ کسی شخص کی (بلا اذن الٰہی) شفاعت قبول کی جائے گی اور نہ کسی کو فدیہ لے کر چھوڑا جائے گا اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی"۔[6]

اس آیت میں یہودیوں کو عذاب آخرت سے ڈرا کر ایمان لانے کی دعوت دی جارہی ہے۔ یعنی اے قوم یہود! اگر تم نے اللہ کی نعمتوں اور اس کی دی ہوئی فضیلتوں کے تقاضوں کو پورا نہ کیا اور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان نہ لائے تو تم عذاب الٰہی سے کسی صورت نہیں بچ سکو گے۔ یہاں یہودیوں کو یہ باور کرایا گیا کہ رشوت اور سفارشی ہتھکنڈے دنیا میں تو چل سکتے ہیں مگر آخرت میں اللہ کی عدالت میں ان چیزوں کا تصور بھی محال ہے۔ میدان محشر میں کوئی کسی مجرم کی سفارش نہیں کر سکے گا۔ ہر مجرم اپنے کیے کی سزا پائے گا۔

ابن ہشام لکھتے ہیں:

"جب حضور نبی اکرم ﷺ نے اہل کتاب میں سے یہود کو دین اسلام کی دعوت دی اور عذاب الٰہی سے ڈرایا تو رافع بن خارجہ اور مالک بن عوف کہنے لگے: یارسول اللہ (ﷺ) ہم تو اپنے آباؤاجداد کی پیروی کرنے والے ہیں کیونکہ وہ ہم سے زیادہ علم والے اور ہم سے بہتر ہیں"۔[7]

مخالفت یہود:

رسول اللہ ﷺ نے جب یہود کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے اپنی عادت کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو ستانے اور حق کو ٹھکرانے کے حیلے بہانے تلاش کرنے شروع کر دیے۔ یہودیوں نے اپنے بغض، حسد اور دشمنی کا اظہار ہر طریقے سے کیا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق نازیبا کلمات کہے، رسول اللہ ﷺ کا تمسخر اڑایا اور ان سے غیر ضروری سوالات کیے، آپ کے قتل کی سازشیں کیں، آپ کے خلاف دشمنوں کی مدد کی۔ انہوں نے ہر وہ طریقہ اختیار کیا جو وہ اسلام کو مٹانے کے لیے کر سکتے تھے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں:

"اللہ نے عرب میں سے رسول کا انتخاب فرما کر انہیں خصوصیت عطا فرمائی، اس لیے یہودیوں کے علماء نے مخالفت، حسد اور کینے کے سبب رسول اللہ ﷺ کی دشمنی کو اپنا نصب العین بنا لیا اور اوس و خزرج کے کچھ ایسے لوگ منافقین تھے اور اپنی جاہلیت اور اپنے باپ دادا کے دین شرک پر اور موت کے بعد زندگی کو جھٹلانے پر سختی سے جمے ہوئے تھے لیکن اسلام نے اپنے غلبے اور خود ان کی قوم کے افراد کے اسلام کی جانب جمع ہو جانے کے سبب سے ان کو مجبور کر دیا تھا۔ ایسے لوگوں نے بظاہر تو اسلام اختیار کر لیا اور اسے قتل سے بچنے کی ڈھال بنالی لیکن وہ باطن میں نفاق رکھتے تھے اور ان کی خواہشیں یہود کے ساتھ تھیں کیونکہ اسلام کے منکر اور نبی ﷺ کو جھٹلاتے تھے۔ یہود کے علماء کی حالت یہ تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے ایسے سوالات کرتے تھے کہ آپ پر گراں گزریں اور ایسے ایسے شبہات پیش کرتے کہ حق کو باطل سے مشتبہ کر دیں"۔[8]

قبائل یہود کے معروف دشمنان اسلام:

مدینہ منورہ کے یہودی اسلام دشمنی میں سب سے آگے تھے۔ان میں سے کچھ منافقانہ طرز عمل اختیار کرتے تھے اور کچھ بلا خوف و خطر دشمنی کا اظہار کرتے تھے۔ابن اسحٰق کے مطابق یہود کے علماء میں سے وہ لوگ جنہوں نے اسلام کی پناہ لی اور اس میں دوسرے مسلمان کے ساتھ داخل ہوگئے اور صرف نفاق سے اظہار اسلام کیا۔بنی قینقاع میں سے "سعد بن حنیف"، "زید بن اللصیت"، "نعمان بن اوفی بن عمرو" اور "عثمان بن اوفی" تھے۔[9]

زید بن اللصیت:

زید بن اللصیت وہ شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی گم ہونے پر کہا تھا کہ محمد (ﷺ) نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے پاس آسمان کی خبریں آتی ہیں اور یہ تک نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے؟اس کی یہ بات جب آپ ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا:

"وإني والله ما أعلم إلا ما علمني الله، وقد دلني الله عليها، فهي في هذا الشعب، قد حبستها شجرة بزمامها"[10]

"واللہ! میں اس کے سوا کچھ نہیں جانتا ہوں جو مجھے اللہ تعالیٰ بتاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں مجھے بتایا ہے کہ وہ اس گھاٹی میں ہے، اس کی لگام سے ایک درخت نے اسے روک رکھا ہے۔"

چنانچہ چند مسلمان آدمی وہاں پہنچے تو انہوں نے اونٹنی کو ایسے ہی پایا۔

رافع بن حریملہ:

رافع بن حریملہ اپنی عداوت کا اظہار یوں کرتا ہے:"اے محمد ﷺ! اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو اپنے رب سے کہیں، ہمارے ساتھ باتیں کرے تاکہ ہم بھی اس کا کلام سنیں"۔[11]

اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کچھ نہیں جانتے کہ کیوں نہیں کلام کرتا ہمارے ساتھ (خود) اللہ یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی نشانی؟اسی طرح کہی تھی ان لوگوں نے جو ان سے پہلے (گزرے) تھے ان کی سی (بے سروپا) بات ملتے جلتے ہیں ان سب کے دل۔بے شک ہم نے صاف صاف بیان کر دی ہیں (اپنی) نشانیاں ان کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔[12]

یہ وہ شخص ہے جب مرا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق فرمایا تھا:

قد مات اليوم عظيم من عظماء المنافقين[13]

منافقوں کے بڑوں میں سے آج ایک بڑا مر گیا ہے۔

رفاعہ بن زید بن تابوت:

رفاعہ وہ شخص ہے جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بنی المصطلق سے واپس ہوتے ہوئے جب ایسی زور کی ہوا چلی کہ مسلمان اس سے

خوف زدہ ہو گئے تو حضور ﷺ نے ان لوگوں سے اس شخص کے متعلق فرمایا:

"لا تخافوا، فإنما هبت لموت عظيم من عظماء الكفار".

یعنی تم لوگ نہ ڈرو، یہ ہوا تو کافروں کے سرغنوں میں سے ایک بڑے شخص کی موت کے لیے چلی ہے۔ پھر جب حضور نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو رفاعہ ابن زید بن تابوت کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ اسی روز واصل بہ جہنم ہوا جس روز ہوا چلی تھی۔[14]

سلسلہ بن برہام اور کنانہ بن صوریا:

یہ دونوں منافقین مسجد میں آتے تھے اور مسلمانوں کی باتیں سنتے، ان کا مذاق اڑاتے اور ان کے دین کے ساتھ مسخرہ پن کرتے تھے۔[15]

ایک دن ان لوگوں میں سے چند لوگ مسجد میں جمع ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے آپس میں کانا پھوسی کر رہے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا، تو وہ لوگ مسجد سے سختی کے ساتھ نکال دیے گئے۔

یہ افراد یہود کے بڑے عالم تھے۔ ظاہری طور پر مسلمان لیکن باطنی طور پر کافر۔ ان کا مقصد صرف مسلمانوں میں نااتفاقی، کمزور یقین والے نو مسلموں کو گمراہ کرنا اور مسلمانوں کے اندرونی حالات سے آگاہی حاصل کرنا تھا تاکہ وہ دعوت اسلام کے کام میں رکاوٹ ڈال سکیں۔ ان کی اس سوچ کے پیچھے یہ مقصد کارفرما تھا کہ بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی عظمت کو شاید اس دھوکہ دہی کے ذریعے بحال کیا جا سکے۔[16]

کھل کر دشمنی کرنے والے یہودی:

کچھ یہودی تو وہ تھے جنہوں نے منافقانہ طرز عمل سے اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ کچھ یہودی ایسے تھے جو برملا دشمن اسلام رہے۔ ان میں سے اکثر یہودی تورات کے عالم تھے۔ انہیں عربوں سے بغض تھا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو اہل عرب سے کیوں منتخب فرمایا۔

بنو نضیر: حی ابن اخطب نضری، یہ سب سے زیادہ خبیث دشمن رسول تھا۔ (قدرت کی تقسیم عجب ہے کہ اس کی بیٹی) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو ام المؤمنین ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حی کا بھائی ابو یاسر بن اخطب اور دوسرا بھائی جدی بن اخطب، سلام بن مشکم، کنانہ بن ربیع، سلام بن ابی الحقیق، عمرو بن جحاش، کعب بن اشرف طائی، حجاج بن عمرو اور کردم بن قیس۔ یہ سارے نضری (قبیلہ بنو نضیر سے) تھے۔

بنو ثعلبہ: عبداللہ بن صوریا الاعور: یہ بنی ثعلبہ سے تھا۔ حجاز میں سب سے بڑا یہودی عالم تھا۔

بنو قینقاع: رفاعہ بن قیس، سوید بن حارث، فنحاص، شاس بن عدی، مالک بن صیف، رافع بن ابی رافع، رافع بن حریملہ، مالک بن عوف، کعب بن راشد اور عارز۔ یہ سارے بنو قینقاع سے تھے۔

بنو قریظہ: زبیر بن باطا، عزال بن شمیل، کعب، وہب بن یہوذا، اسامہ بن حبیب، رافع بن رمیلہ۔ نافع بن ابی نافع، عدی بن زید۔ یہ سارے بنو قریظہ میں سے تھے۔

بنو رزیق: لبید بن عاصم جس نے حضور ﷺ پر جادو کیا تھا۔ یہ بنی رزیق میں سے تھا۔

بنو حارثہ: کنانہ بن صوریا بنی حارثہ میں سے تھا۔[17]

یہود کا کردار

یہودی اپنے دنیاوی مفادات کے تحفظ کے لیے نبی ﷺ کے لیے مشکلات پیدا کر رہے تھے۔ یہودیوں کے کردار کے متعلق خالد مسعود رقمطراز ہیں: " قرآن نے ان کے اس کردار کو کتوں کی حرص و دناءت سے تشبیہ دی۔ کتا اپنی مرغوبات کی بو سونگھتا ہوا چلتا ہے اور جس طرف سے اپنی پسند کی بو پاتا ہے اسی طرف مڑ جاتا ہے۔ اسی طرح یہود نے بھی ہدایت کے معاملہ میں اپنی خواہشات نفس اور مفادات دنیا کو رہنما بنالیا اور اس حرکت میں وہ اپنے عہد و میثاق اور منصبی ذمہ داریوں ہر چیز کو بھول گئے۔ اللہ تعالی نے ان پر انعامات بھی کیے اور تنبیہات بھی اتاریں لیکن یہ چیزیں ان کے لیے مفید ثابت نہ ہوئیں۔ اللہ تعالی نے اس قوم کو زمین و آسمان کی سرفرازی سے نوازنا چاہا لیکن دنیا کی حرص اس میں رکاوٹ بن گئی اور یہ قوم اپنے آپ کو کسی اعلیٰ مقصد کے لیے کام کرنے پر آمادہ نہ کر سکی۔ یہود کی اس خصلت کا ہر ہر پہلو مکی دور ہی میں قرآن نے بے نقاب کر دیا۔ اس کی بے رحم تنقید اس بات کا ثبوت فراہم کرتی ہے کہ یہود کا کردار اس دور میں معمولی نہیں رہ گیا تھا اور وہ آنحضرت ﷺ کی جدوجہد میں مسلسل روڑے اٹکا رہے تھے جس کا تدارک ضروری ہو گیا تھا"۔[18]

یہود کی بدعہدی:

یہودی وعدہ شکن لوگ تھے۔ غداری اور مکاری ان کی گھٹی میں شامل تھی۔ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ یہودیوں نے بہت بدعہدیاں کیں۔ ان کی عہد شکنی پر قرآن نے بھی گواہی دی ہے۔ ابن جریر طبری بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے اور آپ نے یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالی نے یہودیوں سے کیا کیا عہد و میثاق لیے ہیں تو ایک یہودی عالم مالک بن صیف نے کہا: خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ نے محمد (ﷺ) کے متعلق ہم سے کوئی عہد نہیں لیا اور نہ ہم سے کوئی میثاق لیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:[19]

"أوكلما عاهدوا عهدًا نبذه فريق منهم"[20]

ترجمہ: "کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ جب بھی یہ کوئی عہد کرتے ہیں تو ان کا ایک گروہ اس عہد کو پس پشت ڈال دیتا ہے"۔

ایک اور مقام پر یہود کی بدعہدی ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

"الذين عاهدت منهم ثم ينقضون عهدهم في كل مرة وهم لا يتقون"[21]

ترجمہ: "وہ جن سے آپ نے معاہدہ کیا تھا، پھر وہ ہر بار اپنا معاہدہ توڑ دیتے ہیں اور ڈرتے نہیں ہیں"۔

قرآن مجید میں متعدد آیات یہودیوں سے کیے گئے معاہدات سے متعلق ہیں۔ مثلا: یہودیوں سے عہد لیا گیا تھا کہ کتاب الٰہی کو مضبوطی سے پکڑیں اور زندگی میں اس سے رہنمائی حاصل کریں۔ لیکن انہوں نے اس میں حیلے بہانے تراشے۔ اسی طرح نبیوں کے بارے میں عہد لیا گیا تھا کہ یہود اپنی تاریخ کے ہر دور میں تمام انبیاء و مصلحین پر ایمان لائیں گے اور ان کی نصرت کے لیے کمربستہ ہوں گے، مگر انہوں نے اس کی

بھی خلاف ورزی کی۔ جو انبیاء دین کی دعوت لے کر آئے اور یہود کو ان کی دعوت پسند نہ آئی تو انہوں نے انبیاء کرام کو قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔

یہودی عناد کے دیگر مظاہر:

یہودی نہ صرف اسلام اور مسلمانوں کے جانی دشمن تھے بلکہ اسلام پر بے جا اعتراضات کر کے نت نئے طریقوں سے مسلمانوں کے ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کرتے تھے۔ یہودی عناد کے چند مظاہر درج ذیل ہیں:

ذو معانی الفاظ کا استعمال:

یہودی جب حضور نبی کریم ﷺ کی مجلس میں آتے تو اپنے سلام اور اپنی گفتگو میں ہر ممکن طریقے سے اہانت رسول کا پہلو نکالتے۔ اس کے لیے وہ ذو معانی الفاظ کا استعمال کرتے۔ قرآن مجید میں اس کی مثالیں موجود ہیں جہاں مسلمانوں کو بعض الفاظ کے استعمال سے روکا گیا ہے۔ مثلا سورۃ البقرۃ میں ایک آیت ہے:

"یا أیہا الذین آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا"[22]

ترجمہ: "اے ایمان والو! راعنا مت کہو، اور یوں کہو کہ حضور ہم پر نظر کرم فرمائیں"۔

اس آیت میں راعنا کا لفظ پکارنے سے منع کیا گیا ہے۔ حالانکہ راعنا کا مطلب ہے: ہماری رعایت کیجیے، یا ہماری بات سن لیجیے۔ مگر یہود مجلس نبی میں اس لفظ کو کھینچ کر راعینا بولا کرتے تھے جس کا مطلب ہے چرواہا۔ یعنی یہودی کہتے تھے کہ "اے ہمارے چرواہے" (معاذ اللہ)، اور وہ یہ کہہ کر خوش ہوتے تھے۔ اسی لیے مسلمانوں کو اس لفظ سے منع کر دیا گیا اور انہیں انظرنا کا لفظ استعمال کرنے کا حکم دیا گیا۔

اسلام اور کفر کا کھیل:

بعض یہودی علماء نے لوگوں کو دعوت دین سے بد ظن کرنے کے لیے یہ طریقہ بھی اختیار کیا کہ وہ اپنی قوم کے چند لوگوں کو اسلام قبول کرنے کے لیے بھیجتے۔ یہ لوگ بظاہر اسلام قبول کر لیتے پھر بعد میں اسلام سے پھر جاتے۔ ابن ہشام لکھتے ہیں:

"عبداللہ بن حنیف اور عدی بن زید اور حرث بن عوف نے آپس میں مشاورت کی کہ صبح جا کر حضور نبی اکرم ﷺ سے بیعت کر کے مومن ہو جاؤ اور رات کو دوبارہ اپنے دین پر لوٹ آنا اور بولنا کہ حضور ﷺ کے دین میں تو کوئی مزہ نہیں ہے اور اس میں بہت سے وسوسے پیدا کر دینا، اس لیے کہ تمہیں دیکھ کر دیگر مسلمان بھی اپنے دین سے مرتد ہو جائیں گے"۔[23]

قرآن مجید میں بھی ان کی اس حرکت کی طرف اشارہ موجود ہے:

ترجمہ: "اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا: جو ایمان والوں پر نازل ہوا ہے، صبح اس کو مانو اور شام کو انکار کر دو۔ ہو سکتا ہے (کہ اس طرح مسلمان بھی اسلام سے) پھر جائیں"۔[24]

قرآن کے منزل من اللہ ہونے کا انکار:

یہود کا ایک موٴقف یہ تھا کہ قرآن مجید جو آسمانی صحیفہ کی حیثیت سے پیش کیا جا رہا ہے، کسی الہام پر مبنی نہیں بلکہ ایک انسانی کاوش ہے اور اس کو اسی حیثیت سے لینا چاہیے۔ یہودیوں نے قرآن کا انکار پانچ وجوہ سے کیا:

ا۔ قرآن میں جو تمثیلات بیان ہوئی ہیں وہ مکھی، مچھر اور مکڑی جیسی حقیر چیزوں کی ہیں جو ایک ایسی کتاب سے مطابقت نہیں رکھتیں جس کا منبع خدائے بلند و برتر کی ذات بتائی گئی ہے۔

۲۔ قرآن مجید کو محمد (ﷺ) کے پاس لانے والا فرشتہ جبریل بتایا جاتا ہے، اگر ایسا ہے تو اس فرشتہ کو ہمیشہ بنی اسرائیل سے کدر رہی ہے۔ اس کی وہی طبع پھر رنگ لائی ہے اور اس نے بنی اسرائیل کی مخالفت میں محمد (ﷺ) کو لا کھڑا کیا ہے اور ظاہر یہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تورات کی جگہ نئی کتاب نازل کر دی ہے۔

۳۔ قرآن مجید اگر واقعۃً وحی الٰہی ہے تو جب نازل کرنے والی ذات ایک ہی ہے تو قرآن اور تورات کے احکام میں فرق کیسے واقع ہو گیا۔

۴۔ ایک اس شخص کا دعویٰ یہ ہے کہ اس کا پیش کردہ دین ملت ابراہیم پر مبنی ہے اور دوسری طرف ابراہیمی شریعت میں جو چیزیں حرام تھیں مثلاً: اونٹ۔ ان کو حلال کیسے کر دیا۔

۵۔ اگر محمد (ﷺ) واقعی اللہ کے رسول ہیں تو یہ اپنی کتاب آسمان سے اترتی ہوئی دکھا دیں تاکہ ہر شخص اس کا نازل ہونا اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔

یہود کے یہ اعتراضات ایسے تھے جو معمولی عقل و فہم کے سادہ دل آدمی کو متاثر کر سکتے تھے۔ نئی کتاب کی اصلیت کے مشتبہ ہونے کا تصور یہودی عوام کے لیے یہ پیغام دیتا تھا کہ وہ اپنی کتاب (تورات) پر ایمان کو متزلزل نہ ہونے دیں جس کے نزول کا مظاہرہ بنی اسرائیل کے اکابر کی پوری جماعت نے دیکھا۔ یہود کے ان اعتراضات کے جوابات اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو تعلیم کیے اور اس تعلیم کی روشنی میں حضور ﷺ نے صورت حال کی وضاحت فرمائی۔[25]

حضرت جبریل علیہ السلام سے دشمنی:

یہودیوں کو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے سخت دشمنی تھی جس کا اظہار وہ برملا کیا کرتے تھے۔ احادیث کے مطابق چند یہودی علماء نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور سوال کیا کہ آپ پر وحی کون لاتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جبرائیل (علیہ السلام)۔ یہود کہنے لگے: جبرائیل تو ہمارا دشمن ہے، وہی تو عذاب لے کر آتا ہے، وہ جب بھی آتا ہے تو جنگ اور قحط سالی لے کر آتا ہے۔ اور اس بہانے سے انہوں نے آپ ﷺ کی نبوت ماننے سے انکار کر دیا۔ ابن جریر طبری فرماتے ہیں:

"أجمع أهل العلم بالتأويل جميعا على أن هذه الآية نزلت جوابا لليهود من بني إسرائيل، إذ زعموا أن جبريل عدو لهم، وأن ميكائيل ولي لهم". [26]

یعنی تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ جب یہودیوں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اپنا دشمن اور حضرت میکائیل علیہ السلام کو اپنا دوست بتایا تھا تو اس وقت ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی:

ترجمہ: "آپ کہیے جو شخص جبرائیل کا دشمن ہو (تو ہو)، بے شک اسی جبرائیل نے اللہ کے حکم سے آپ (علیہ السلام) کے دل پر (قرآن) نازل کیا، جو ان (آسمانی کتابوں) کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس (کے نزول) سے پہلے موجود ہیں اور وہ مؤمنین کے لیے ہدایت اور بشارت ہے"۔[27]

میثاق مدینہ اور یہودیوں کی عہد شکنی:

مدینہ میں اوس اور خزرج بارہ قبائل میں بٹے ہوئے تھے اور یہودی بنو نضیر و بنو قریظہ وغیرہ کے دس قبائل میں بٹے ہوئے تھے۔ ان میں باہم نسلوں سے لڑائی جھگڑے چلے آرہے تھے اور کچھ عرب کچھ یہودیوں کے ساتھ حلیف ہو کر باقی عربوں اور ان کے حلیف یہودیوں کے حریف بنے ہوئے تھے۔ ان مسلسل جنگوں سے اب دونوں بھی تنگ آچکے تھے۔ اور وہاں کے کچھ لوگ غیر قبائل خاص کر قریش کی جنگی امداد کی تلاش میں تھے۔ ان حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضور ﷺ نے مدینہ آتے ہی شہریوں کے حقوق و فرائض، مہاجرین کی رہائش، غیر مسلم عربوں اور خاص طور پر یہودیوں کے سمجھوتہ اور فوجی مدافعت کی ضرورت محسوس کی۔ انہی اغراض کو مد نظر رکھتے ہوئے حضور ﷺ نے ہجرت مدینہ کے چند مہینے بعد ایک دستاویز مرتب فرمائی جسے اسی دستاویز میں کتاب اور صحیفے کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔[28]

بالفاظ دیگر رسول اللہ ﷺ نے ریاستی استحکام اور قیام امن وامان کے لیے قبائل عرب کے ساتھ ساتھ یہودی قبائل سے معاہدے کیے لیکن انہوں نے معاہدات کا ذرہ برابر بھی پاس نہ کیا۔ جنگ بدر کے موقع پر علی الاعلان عہد شکنی کی اور جنگ میں کفار کا ساتھ دیا۔ ابو عبید القاسم بن سلام لکھتے ہیں:

"ان میں سب سے پہلے جس گروہ نے غداری اور عہد شکنی کا ارتکاب کیا وہ بنو قینقاع ہے۔ یہ لوگ عبد اللہ بن ابی کے حلیف تھے۔ ان کے اس جرم پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں مدینہ سے جلاوطن کر دیا"۔[29]

رسول اللہ ﷺ نے پوری دستاویز میں کہیں یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ محمد ﷺ کو رسول یا نبی کی حیثیت سے تسلیم کریں۔ پوری دستاویز میں اس طرح کی کوئی شق شامل نہیں کی گئی۔ میثاق مدینہ میں یہودیوں کی اختلافی رعایت ملحوظ خاطر رکھی گئی۔ میثاق کی رو سے مسلمان اور یہودیوں کو ریاستی اعتبار سے مساوی حیثیت دی گئی۔ یعنی اگر کسی یہودی کے ساتھ زیادتی ہوگی تو مسلمان اور یہودی مل کر اسے حق دلانے میں مدد کریں گے۔ اسی طرح اگر کسی مسلمان کے ساتھ زیادتی ہوگی تو مسلمان اور یہودی مل کر اسے حق دلانے میں مدد کریں گے۔ مشرکین کے خلاف جنگ میں وہ پابند تھے کہ ریاستی بقاء کے لیے ایک قوم ہو کر جنگ کریں گے۔ یہ وہ شقیں تھیں جس کی وجہ سے یہودیوں کو اپنا سیاسی اثر ورسوخ ختم ہوتا نظر آرہا تھا۔ ابتداء میں تو انہوں نے اس معاہدے کو قبول کیا مگر بعد میں وہ اس معاہدے سے پھر گئے۔

یہودی قبائل کے خلاف اقدامات:

یہودی قبائل کے خلاف جو اقدامات کیے گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے مدینہ کی ریاست کے دستور کی خلاف ورزی کی تھی یا انہوں نے اس معاہدہ کا فریق بننے کے باوجود کفار مکہ کے ساتھ خفیہ طور پر مسلمانوں کے خلاف سازش کی تھی۔ یا وہ دستور کی متعلقہ دفعات کے خلاف بغاوت کرنے کے مجرم قرار پائے یا معاہدہ شکنی کے مرتکب ہوئے۔ اور حالات کے مطابق حضور ﷺ نے جو سلوک ان کے ساتھ روا رکھا وہ اس کے مستحق تھے۔[30]

یہود کے مطالبات اور سوالات:

یہودیوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی مخالفت کے ساتھ حضور ﷺ سے مطالبات اور مختلف نوعیت کے سوالات کا آغاز کر دیا۔ ان مطالبات اور سوالات کا مقصد حضور ﷺ کو اذیت دینا اور عام مسلمانوں کے اذہان میں شکوک و شبہات پیدا کرنا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو بذریعہ وحی جوابات عطا فرمائے جس پر یہودی حیرت زدہ رہ گئے، لیکن حسد اور عناد کی وجہ سے آغوش اسلام میں داخل نہ ہو سکے۔ یہودیوں کے چند مطالبات یہ تھے:

قیامت کب قائم ہو گی؟

یہود کے ایک گروہ نے حضور ﷺ سے کہا: اے محمد ﷺ! قیامت کب قائم ہو گی؟ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

ترجمہ: "آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ یہ کب قائم ہو گی؟ آپ فرما دیں: اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے، اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری پڑ رہی ہے، تم پر وہ اچانک ہی آجائے گی۔ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں گویا آپ اس کی خوب تحقیق کر چکے ہیں۔ آپ فرما دیں: اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے"۔[31]

اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟

یہود کا ایک گروہ بارگاہ رسالت میں آیا اور کہنے لگا مخلوق کو تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ آپ ﷺ بتائیں کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ رسول کریم ﷺ جلال میں آ گئے۔ رخ اقدس کی رنگت بدل گئی۔ اٹھ کر ان کو پکڑنے کے لیے نبی کریم ﷺ آگے بڑھے کہ جبرائیل علیہ السلام حاضر ہو گئے۔ عرض کیا گیا: یا محمد ﷺ! ٹھہریے اور ضبط فرمایئے۔ ان کے سوال کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس طرح دیا ہے:

ترجمہ: "آپ فرما دیجیے: اللہ ایک ہے، وہ بے نیاز ہے، نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے، اس کا کوئی ہمسر نہیں"۔[32]

رسول اللہ ﷺ سے تحکیم کا مطالبہ:

یہودیوں کے چند رؤوسا نے مل کر رسول اللہ ﷺ کو ایک نئے انداز سے آزمائش میں ڈالنے کا منصوبہ بنایا۔ ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں:

"کعب بن اسد، ابن صلوبا، عبداللہ بن صوریا اور شاس بن قیس نے ایک دوسرے سے کہا: چلو محمد (ﷺ) کے پاس جائیں۔ شاید ہم ان کو ان کے دین سے ورغلانے میں کامیاب ہوں کیونکہ وہ بشر ہیں۔ وہ گئے اور آپ ﷺ سے کہا: یا محمد (ﷺ) آپ جانتے ہیں کہ ہم یہود کے معزز

علماء اور سردار ہیں اور اگر ہم آپ کی پیروی کریں گے تو تمام یہود آپ کی پیروی کریں گے اور ہماری مخالفت نہیں کریں گے۔ ہمارا اپنی قوم کے بعض لوگوں سے جھگڑا ہے، ہم آپ کو اس مقدمہ میں حاکم بنائیں گے۔ آپ ہمارے حق میں اور ان کے خلاف فیصلہ کردیں، تو پھر ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی تصدیق کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس بات کو ماننے سے انکار کردیا۔ اس موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئیں: [33]

ترجمہ: "اور ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے نازل فرمایا ہے اور ان کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو اور ان سے بچتے رہو کہ کہیں وہ آپ کو اس کے بعض احکام سے نہ ہٹادیں جو اللہ نے آپ کی طرف نازل کیا ہے۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو جان لو کہ اللہ ان کے بعض گناہوں کی سزا پہنچانا چاہتا ہے اور بے شک بہت سے لوگ نافرمان ہے۔ تو کیا لوگ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور یقین والوں کے لیے اللہ سے بہتر کس کا حکم ہو سکتا ہے۔"[34]

اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا مطالبہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

"قال رافع بن حريملة لرسول الله صلى الله عليه وسلم: إن كنت رسولا من عند الله كما تقول، فقل لله عز وجل فليكلمنا حتى نسمع كلامه!" [35]

"رافع بن حریملہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اے محمد (ﷺ) اگر آپ اللہ کی طرف سے رسول ہیں جیسا کہ آپ کہتے ہیں تو آپ اللہ سے کہیے کہ وہ ہم سے ہم کلام ہو تاکہ ہم اس کی بات سنیں"۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

ترجمہ: "اور جاہلوں نے کہا: اللہ ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟ ان سے پہلے لوگوں نے بھی اسی طرح ان کے قول کی مثل کہا تھا، ان کے دل ایک دوسرے کے مشابہ ہو گئے ہیں، بے شک یقین کرنے والے لوگوں کے لیے ہم نے نشانیاں بیان کردی ہیں"۔[36]

آسمان سے کلام اتارنے کا مطالبہ:

رافع بن حریملہ اور وہب بن زید یہودی حضور نبی اکرم ﷺ سے کہنے لگے: یارسول اللہ آسمان سے ہم پر ایک کلام کا نزول کراؤ جسے ہم پڑھیں اور زمین میں ہمارے لیے نہر جاری کرو۔ ہم آپ ﷺ کے مذہب کو قبول کرلیں گے اور آپ ﷺ کی گواہی دیں گے۔[37]

اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: "کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے ویسے ہی سوال کرو جیسے اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیے گئے؟ اور جو ایمان کے بدلے کفر اختیار کرے تو وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا"۔[38]

مخالفت کے اسباب:

یہ تو واضح ہے کہ یہودی عرصۂ دراز سے نبی موعود کی آمد کے منتظر تھے۔ان کا گمان تھا کہ آنے والا نبی انہی میں سے ہو گا اور وہ ہمیں کھویا ہوا مقام دلائے گا۔ مگر مشیت الٰہی کچھ اور تھی۔اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو عرب میں بھیجا۔یہودی چونکہ عربی نہیں تھے، لہٰذا مخالفت میں سب سے پہلے ان کے کردار سے نسلی تعصب جھلکنا شروع ہوا۔اسی طرح ان کا گمان یہ بھی تھا کہ نبی موعود آکر ہماری حکومت کے قیام میں ہماری مدد کرے گا، مگر یہ بھی ان کے گمان کے خلاف ہو رہا تھا۔الغرض حضور ﷺ کی دعوت اسلام پیش کرنے کے بعد یہودیوں کی مخالفت کے چند اسباب نظر آتے ہیں جن کا تذکرہ درج ذیل ہے:

مذہبی تعصب:

حضور نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل یہودیوں کا شعار تھا کہ جب کبھی کفار و مشرکین سے ان کی جنگ ہوتی اور ان کی فتح کے امکانات ختم ہو جاتے تو اس وقت وہ تورات سامنے رکھ کر ان الفاظ میں دعا کرتے:

"اللهم إنا نسألك بحق نبيك الذي وعدتنا أن تبعثه في آخر الزمان أن تنصرنا اليوم على عدونا فينصرون"[39]

"اے اللہ! ہم تجھے تیرے نبی کا واسطہ دے کر عرض کرتے ہیں جس کی بعثت کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے،آج ہمیں اپنے دشمنوں پر فتح دے تو (حضور ﷺ کے صدقے)اللہ تعالیٰ انہیں فتح دیتا"۔

حضور نبی کریم ﷺ کی آمد سے قبل یہودی بے چینی سے آپ کا انتظار کرتے تھے اور مشرکین پر رسول اللہ ﷺ کی اوصاف ظاہر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ عنقریب ایک نبی تشریف لانے والے ہیں۔

نسلی تعصب:

ابن اسحٰق لکھتے ہیں:

یہودیوں میں سے جب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا تو نامور مخالفین یہودی حی بن اخطب، کعب بن اسد، ابورافع،اشیع اور شمویل بن زید ان سے کہنے لگے:

"ما تكون النبوة في العرب ولكن صاحبك ملك".[40]

"نبوت عرب میں نہیں ہو سکتی اور تمہارے صاحب(یعنی حضرت محمد ﷺ) بادشاہ ہیں"۔

یہودیوں کی اس بات سے نسلی تعصب جھلکتا ہوا دکھائی دیتا ہے کیونکہ یہودی نسلاً عرب نہیں تھے اور جب آخری نبی کی بعثت عرب میں سے ہوئی تو انہیں یہ اعزاز اپنی قوم سے چھنتا ہوا نظر آیا تو انہوں نے مخالفت شروع کر دی۔

حسد اور عناد:

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک مرتبہ یہودی شادی شدہ زانی اور زانیہ کو لایا گیا کہ آپ ﷺ ان کا فیصلہ کریں۔حضور ﷺ یہودی احبار کے

قریب جلوہ گر ہو کر فرمانے لگے کہ تم میں سب بڑا حبر کون ہے؟ یہودیوں نے عبداللہ بن صوریا کو آگے کر دیا۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: اے ابن صوریا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تورات میں شادی شدہ زانی وزانیہ کے لیے رجم کا حکم نہیں ہے؟ عبداللہ بن صوریا نے جواب دیا:

"أما والله يا أبا القاسم إنهم ليعرفون أنك لنبي مرسل ولكنهم يحسدونك".[41]

"بخدا اے ابوالقاسم! بلاشبہ یہی فرمان ہے اور سارے یہود یہ جانتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں لیکن وہ آپ سے حسد کرتے ہیں"۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے دونوں کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ ابن ہشام آگے لکھتے ہیں:

"ثم كفر بعد ذلك ابن صوريا، وجحد نبوة رسول الله صلى الله عليه وسلم".[42]

"پھر (اس واقعہ کے بعد) ابن صوریا بھی جلن اور کینہ کی بناء پر حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت کا انکار کرنے لگا"۔

اس واقعہ سے واضح ہوتا ہے کہ یہودیوں کی مخالفت کی ایک وجہ حسد بھی تھی جس کا اظہار انہوں نے خود کیا ہے۔

سیاسی اثر ورسوخ کے خاتمے کا خوف:

یہودی عرصہ دراز سے مدینہ میں رہ رہے تھے اور وہ مالدار بھی تھے، اس لیے ان کا اثر ورسوخ تھا۔ اپنی مالداری کی وجہ سے انہوں نے پورے شہر میں اجارہ داری قائم کی ہوئی تھی۔ مدینہ میں پورا معاشی نظام ان کے اشارے اور مرضیسے چلتا تھا۔ وہ لوگوں کو سود پر قرضہ دیتے تھے۔ اسی وجہ سے کمزور قبائل ان کی گرفت میں تھے۔ مدینہ کے دیگر قبائل پر ان کا تفوق برقرار تھا۔ مگر جب اسلام کی آمد ہوئی اور جوق در جوق لوگ اسلام کی طرف آنے لگے تو یہودیوں کو اپنا اثر ورسوخ ختم ہوتا نظر آیا کیونکہ اسلام نے آتے ہی بلا تخصیص امیر وغریب سب کی جان ومال کا تحفظ فراہم کرنے کا نظام دیا تو یہودی سیخ پا ہو گئے اور انہیں اپنی خود ساختہ قائم کردہ اجارہ داری کا نظام ختم ہوتا نظر آیا۔ یہودیوں نے یہ محسوس کیا کہ جب یہ قبائل ہی ہماری گرفت سے نکل جائیں گے تو ہم کس پر اپنی اجارہ داری قائم کریں گے؟ ایسی صورتحال میں یہودیوں کے پاس اتباع رسول اور مخالفت کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ چاہتے تو اطاعت رسول کر کے ایک معزز مقام پالیتے مگر انہوں نے سیاسی اثر ورسوخ کے خاتمے کے خوف سے پس پردہ اور علی الاعلان دونوں طرح سے مخالفت کی۔

سرداری ومالداری کے خاتمے کا خوف:

یہودی حجاز کے سوداگر تھے۔ مدینہ سے لے کر شام تک ان کی تجارتی کوٹھیاں بنی ہوئی تھیں۔ وہ اپنی مالداری کے زور پر مدینہ کے حاکم بنے بیٹھے تھے۔ اپنی مصلحت کے لحاظ سے کبھی اوس کا ساتھ دیتے اور کبھی خزرج کا۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد شروع میں وہ یہ سمجھے کہ نیا مذہب ہمارے مذہب جیسا ہے۔ اسی وجہ سے وہ میثاق مدینہ کے معاہدے پر رضامند بھی ہو گئے تھے۔ مگر جب انہیں اسلام پھلتا پھولتا نظر آیا اور اپنا زور ٹوٹتا ہوا نظر آیا تو انہوں نے مخالفت شروع کر دی۔ ان کو یہ ڈر تھا کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئے تو ان کو جو نذرانے ملتے

تھے اور وہ مجرموں سے جو رشوتیں وصول کرتے تھے، وہ بند ہو جائیں گی اور عام یہودیوں پر علمائے یہود کی ریاست ختم ہو جائے گی۔

خلاصہ بحث:

یہودی حضور ﷺ کو جاننے اور پہچاننے کے باوجود نہ مان سکے۔ علی الاعلان ان کی نبوت کا انکار کیا۔ سوائے چند ایک شخصیات کے جنہوں نے حضور ﷺ کی دعوت پر اسلام قبول کیا۔ اس کے برعکس اکثر یہودی اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے۔ حسد اور بغض و عناد کی وجہ سے ہمیشہ حضور ﷺ کے دشمن رہے۔ حالانکہ حضور ﷺ نے ابتداءً یہودیوں کی مذہبی اقدار، عبادات و رسومات کو چھیڑے بغیر ریاست کے استحکام اور امن و امان کے قیام کے لیے دستور مرتب فرمایا تھا جسے یہودیوں نے بھی قبول کیا تھا، مگر کچھ عرصہ بعد ہی یہود یاس دستور کو ٹھکرا کر کفار کے ساتھ مل گئے اور مسلمانوں کے خلاف صف آراء ہو گئے۔

نتائج و سفارشات:

زیر بحث عنوان اپنی انفرادی نوعیت کے حامل ہونے اور رسول اللہ ﷺ کی مکمل مدنی زندگی کے پھیلاؤ کے اعتبار سے مزید تفصیل و تحقیق کا متقاضی ہے۔ بلاشبہ ایک مختصر مقالہ میں اس موضوع کی تمام جہات اور پہلوؤں کا احاطہ ناممکن ہے۔ لہٰذا یہ تجاویز پیش کی جاتی ہیں کہ وہ وجوہات واسباب تلاش کیے جائیں کہ یہودیوں میں سے اسلام قبول کرنے والوں نے کن امور سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا اور اسی طرح حضور ﷺ کی نبوت و رسالت اظہر من الشمس ہونے کے باوجود کس چیز نے اکثر و بیشتر یہودیوں کو ایمان کی دولت سے محروم رکھا۔ اسی طرح دعوت نبوی کی مخالفت پر رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کے ساتھ کس طرح کا رویہ اور انداز اختیار فرمایا۔ یہ پہلو اس حوالے سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ مستشرقین ذات رسول ﷺ پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے یہودیوں پر ظلم کیا اور انہیں مال و اسباب سے محروم کیا۔ نیز اس پہلو پر بھی تحقیق کی گنجائش نظر آتی ہے کہ یہودیوں کے خلاف جو سخت رویہ اپنایا گیا، اس کی ضرورت کیوں پیش آئی اور اس کے کیا اسباب تھے؟

حواشی و حوالہ جات / References

[1]۔ ابن ہشام، "السيرة النبوية"، مطبعۃ مصطفیٰ البابی، مصر، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ھ، ج ۱، ص ۲۱۱۔
Ibn-e-Hisham, "Al Seerat un Nabawia", Mustafa al babi, Egypt, 2nd ed. 1375 AH, 1/211.

[2]۔ "يا بني إسرائيل اذكروا نعمتي التي أنعمت عليكم وأوفوا بعهدي أوف بعهدكم وإياي فارهبون" سورۃ البقرۃ: ۲، ۴۰۔
Al-Baqarah2:40.

[3]۔ "وآمنوا بما أنزلت مصدقًا لما معكم ولا تكونوا أول كافر به ولا تشتروا بآياتي ثمنًا قليلًا وإياي فاتقون"۔ سورۃ البقرۃ: ۲، ۴۱۔
Al-Baqarah2:41.

[4]۔ سورۃ البقرۃ: ۲، ۴۲۔
Al-Baqarah2:42.

[5]۔ سورۃ البقرۃ: ۲، ۴۳۔

Al-Baqarah2:43.

[6]۔"واتقوا يومًا لا تجزي نفس عن نفس شيئًا ولا يقبل منها شفاعة ولا يؤخذ منها عدل ولا هم ينصرون"۔ سورۃالبقرۃ:۲،۴۸۔

Al-Baqarah2:48.

[7]۔ابن ہشام،" السيرة النبوية" ،ج۱،ص۵۵۲۔

Ibn-e-Hisham, "Al Seerat un Nabawia", 1/552.

[8]۔ایضاً،ج۱،ص۵۱۳۔

Ibid. 1/513.

[9]۔ایضاً،ج۱،ص۵۲۷۔

Ibid. 1/527.

[10]۔ محولہ بالا۔

Ibid.

[11]۔ طبری،ابوجعفر محمد بن جریر،"الجامع البيان فی تاويل القرآن"،مؤسسۃ الرسالۃ،بیروت،الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۲۰ھ،ج۲،ص۵۵۱۔

Ṭabrī, Abu Jafar Muhammad bin Jareer, "Al-Jami ul Bayan Fi Taweelil Quran", Moassahtulrisala, Beirut, 1420 AH, 2/551.

[12]۔"وقال الذين لا يعلمون لولا يكلمنا الله أو تأتينا آية كذلك قال الذين من قبلهم مثل قولهم تشابهت قلوبهم قد بينا الآيات لقوم يوقنون"۔ سورۃالبقرۃ:۲،۱۱۸۔

Al-Baqarah2:118.

[13]۔ابن ہشام،" السيرة النبوية" ،ج۱،ص۵۲۷۔

Ibn-e-Hisham, "Al Seerat un Nabawia", 1/527.

[14]۔ایضاً،ج۱،ص۵۲۷۔۵۲۸۔

Ibid.1/527-528.

[15]۔ایضاً،ج۱،ص۵۲۸۔

Ibid.1/528.

[16]۔ جزائری، شیخ ابو بکر جابر،"هذا الحبيب محمد ﷺ يامحب"،(مترجم)،ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور،اپریل ۲۰۱۵ء،ص۱۶۶۔

Jazairi, Shaikh Abu Bakar, "Ha zal Habib Muhammad YaMuhib", (Mutarjim), Zia ul Quran publications, Lahore, April 2015, p. 166.

[17]۔ایضاً،ص۱۶۹۔۱۷۰۔

Ibid. pp. 169-170.

[18]۔ خالد مسعود،"حیات رسول امی ﷺ"،فاران فاؤنڈیشن،لاہور ۱۴۳۵ھ،ص۱۹۰۔۱۹۲۔

Khalid Masood, "Hayat e Rasool e Ummi", Faran foundation, Lahore 1435 AH, pp. 190-192.

[19]۔ طبری،"الجامع البيان فی تاويل القرآن"،ج۲،ص۴۰۰۔

Tabri, Abu Jafar Muhammad bin Jareer, "Al-Jamiul Bayan Fi Taweelil Quran"2/400.

[20]۔سورۃالبقرۃ:۲،۱۰۰۔

Al-Baqarah 2:100.

[21]۔سورۃالانفال:۸،۵۶۔

Al-Anfal 8:56.

[22]۔سورۃ البقرۃ: ۲، ۱۰۴۔

Al-Baqarah 2:104.

[23]۔ابن ہشام، " السيرة النبوية" ،ج۱، ص۵۵۳۔

Ibn-e-Hisham, “Al seeratunNabawia”, 1/553.

[24]۔"وقالت طائفة من أهل الكتاب آمنوا بالذي أنزل على الذين آمنوا وجه النهار واكفروا آخره لعلهم يرجعون"۔ سورۃ آل عمران: ۳، ۷۲۔
Al-Imran 3:72.

[25]۔خالد مسعود، "حیات رسول امی ﷺ"، ص ۳۰۲۔

Khalid Masood, “Hayat e Rasool e Ummi”, p. 302.

[26]۔طبری، "الجامع البیان فی تاویل القرآن"، ج۲، ص۳۷۷۔

Tabri, Abu Jafar Muhammad bin Jareer, “Al-Jamiul Bayan Fi Taweelil Quran”, 2/377.

[27]۔"قل من كان عدوا لجبريل فإنه نزله على قلبك بإذن الله مصدقًا لما بين يديه وهدًى وبشرى للمؤمنين"۔ سورۃ البقرۃ: ۲، ۹۷۔
Al-Baqarah 2: 97.

[28]۔حمید اللہ، ڈاکٹر، "عہد نبوی میں نظام حکمرانی"، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی ۲۰۰۶ء، ص ۷۷۔۸۱۔ ملخصاً
Dr. Hameedullah, “Ahd e Nabawi main Nizam e Hukmarani”, Urdu Academy, Sindh, Karachi 2006, pp. 77-81.

[29]۔القاسم، ابو عبید بن سلام بغدادی، "کتاب الاموال"، دار الفکر، بیروت، س ن، ص ۲۶۶۔
Al-Qasim, Abu Ubaid bin Salam Baghdadi, “KItabulAmwal”, DarulFikr, Beirut,n.d.,p. 266.

[30]۔الازہری، پیر محمد کرم شاہ، "ضیاء النبی"، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور ۱۴۲۰ھ، ج۳، ص۱۹۶۔
Azhari, Pir Muhammad Karam Shah, “Zia un Nabi”, Zia ul Quran Publications, Lahore, 1420 AH, 3/196.

[31]۔"يسألونك عن الساعة أيان مرساها قل إنما علمها عند ربي لا يجليها لوقتها إلا هو ثقلت في السماوات والأرض لا تأتيكم إلا بغتةً يسألونك كأنك حفي عنها قل إنما علمها عند الله ولكن أكثر الناس لا يعلمون"۔سورۃ الاعراف: ۷، ۱۸۷۔
Al-A’raf 7:187.

[32]۔"قل هو الله أحد.الله الصمد.لم يلد ولم يولد.ولم يكن له كفوا أحد"۔سورۃ الاخلاص: ۱۱۲، ۱۔۴۔

Al-Ikhlas 112: 1-4.

[33]۔ابن ہشام، " السيرة النبوية" ،ج۱، ص۵۶۷۔

Ibn-e-Hisham, “Al Seerat un Nabawia”, 1/576.

[34]۔"وأن احكم بينهم بما أنزل الله ولا تتبع أهواءهم واحذرهم أن يفتنوك عن بعض ما أنزل الله إليك فإن تولوا فاعلم أنما يريد الله أن يصيبهم ببعض ذنوبهم وإن كثيرًا من الناس لفاسقون. أفحكم الجاهلية يبغون ومن أحسن من الله حكمًا لقوم يوقنون"۔ سورۃ المائدۃ: ۵، ۴۹۔۵۰۔
Al-Ma’idah 5:49-50.

[35]۔طبری، "الجامع البیان فی تاویل القرآن"، ج۲، ص۵۵۱۔

Tabri, Abu Jafar Muhammad bin Jareer, “Al-Jamiul Bayan Fi Taweelil Quran” 2/551.

[36]۔"وقال الذين لا يعلمون لولا يكلمنا الله أو تأتينا آية كذلك قال الذين من قبلهم مثل قولهم تشابهت قلوبهم قد بينا الآيات لقوم يوقنون"۔ سورۃ البقرۃ: ۲، ۱۱۸۔

Al-Baqarah 2:118.
اس آیت کے نزول کے متعلق اہل علم میں اختلاف رہا ہے۔ بعض مفسرین نے اس آیت کا تعلق مشرکین سے بتایا ہے، بعض نے نصاریٰ سے متعلق ذکر کیا ہے جبکہ

بعض مفسرین نے اس آیت کا تعلق عہد رسالت کے یہودیوں سے جوڑا ہے۔ابن ہشام نے اپنی کتاب میں اس آیت کا تعلق یہود سے بتایا ہے۔

[37]۔ طبری، "الجامع البیان فی تاویل القرآن"، ج۲، ص۴۹۰۔

Tabri, "Al-Jamiul Bayan Fi Taweelil Quran", 2/490.

[38]۔"أم تريدون أن تسألوا رسولكم كما سئل موسى من قبل ومن يتبدل الكفر بالإيمان فقد ضل سواء السبيل"- سورۃالبقرۃ:۲،۱۰۸۔

Al-Baqarah 2:108.

[39]۔ابن ہشام، " السيرة النبوية" ،ج۱، ص۲۱۱۔

Ibn-e-Hisham, "Al Seerat un Nabawia", 1/211.

[40]۔ایضاً ،ج۱، ص۵۷۱۔

Ibid. 1/571.

[41]۔ایضاً ،ج۱، ص۵۶۵۔

Ibid. 1/565.

[42]۔ محولہ بالا۔

Ibid.